نوافل قرب الٰہی کا ذریعہ

تحریر: غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(کتاب ''مسنون نفلی نمازیں'' کا مقدمہ)

نوافل کے فوائد اور اہمیت سے کون واقف نہیں؟ نیکی سے ایمان بڑھتا ہے اور برائی سے کم ہوتا ہے۔ چار رکعت نفل ادا کرنے والے کا ایمان دو رکعت والے سے زیادہ ہوگا۔ نوافل جہاں اللہ ربّ العالمین کے قرب کا ذریعہ ہیں وہاں گناہوں سے بچنے کی ڈھال بھی ہیں، کیونکہ نیکی، نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور بُرائی، بُرائی کی طرف کھینچتی ہے۔

نوافل یادِ الٰہی کا بہترین طریق ہیں، ان کی ادائیگی سے انسان کے ظاہر و باطن کی تطہیر ہوتی ہے۔ نفلی عبادات انسانی زندگی میں انقلاب برپا کر دیتی ہیں، ان سے ایک موحد و صحیح العقیدہ مسلمان اعمالِ صالحہ کی طرف راغب ہوتا ہے، نفلی عبادات جہاں تزکیہ نفس اور ایمان پر محافظت کا باعث ہیں، وہاں ان سے تقویٰ کو جلا ملتی ہے، انسان پر نعمتوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے، عذاب قبر سے نجات ملتی ہے، فقر و فاقہ دور ہوتا ہے اور غنا نصیب ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے نفلی عبادات کی فضیلت، اہمیت اور فوائد بیان کئے ہیں، جن میں ایک فائدہ یہ ہے کہ فرائض میں کمی، کوتاہی کا ازالہ ہو جائے گا۔

① سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الصَّلَاةُ، فَإِنْ وُّجِدَ صَلَاتُهٗ كَامِلَةً، كُتِبَتْ لَهٗ كَامِلَةً، وَإِنْ كَانَ فِيهَا نُقْصَانٌ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمَلَائِكَةِ : انْظُرُوا، هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ، فَأَكْمِلُوا لَهٗ مَا

نَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهٖ، ثُمَّ الزَّكَاةُ، ثُمَّ الْأَعْمَالُ عَلٰى حَسَبِ ذٰلِكَ .

''سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، نماز کامل ہوئی تو فبہا، ناقص ہوئی تو اللہ فرشتوں سے کہے گا ،دیکھو! میرے اس بندے کے میزان میں نوافل ہیں؟ فرائض کی کمی اس سے پوری کر دو۔ پھر زکوۃ اور باقی تمام اعمال کا حساب اسی طرح ہوگا۔''

(مسند الإمام أحمد : 103/4، سنن أبي داوٗد : 866، سنن ابن ماجه : 1426، سنن الدارمي : 1362، المستدرك على الصحيحين للحاكم : 1/262ـ263، السنن الكبرٰى للبيهقي : 387/2، التمهيد لابن عبد البرّ : 80/24، وسندهٗ صحيحٌ)

راوی حدیث، سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ، فَإِنْ أَتَمَّهَا، وَإِلَّا قِيلَ : انْظُرُوا، هَلْ لَّهٗ مِنْ تَطَوُّعٍ، فَأُكْمِلَتِ الْفَرِيضَةُ مِنْ تَطَوُّعِهٖ، فَإِنْ لَّمْ تَكْمُلِ الْفَرِيضَةُ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ تَطَوُّعٌ، أُخِذَ بِطَرَفَيْهِ، فَقُذِفَ بِهٖ فِي النَّارِ .

''روز قیامت سب سے پہلے فرض نماز کا حساب ہوگا، مکمل ہے تو درُست، ورنہ کہا جائے گا: دیکھو! اس کی کوئی نفلی نماز ہے؟ چنانچہ اس کی فرض نماز نفل کے ساتھ مکمل کر دی جائے گی۔ فرض مکمل نہ ہوئی اور نفل بھی نہ ہوئی، تو اسے دونوں طرف سے پکڑ کر آگ میں پھینک دیا جائے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 108/14ـ109، 41/9، الإيمان لابن أبي شيبة : 112، السنن الكبرٰى للبيهقي : 387/2، وسندهٗ صحيحٌ)

② سیدنا ربیعہ بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ، فَقَالَ لِي: «سَلْ»، فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ، قَالَ: «أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ»، قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ، قَالَ: «فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ».

''میں رات رسول اللہ ﷺ کے ہاں بسر کرتا اور آپ ﷺ کے وضو اور دیگر ضروریات کا انتظام کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: کچھ طلب کیجئے۔ عرض کیا: جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ فرمایا: اس کے علاوہ کچھ؟ عرض کیا: بس یہی! فرمایا: کثرت سجود کے ساتھ اس معاملے میں میری مدد کیجئے۔''

(صحیح مسلم: 489)

③ سیدنا ربیعہ بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَقُومُ لَهُ فِي حَوَائِجِهِ نَهَارِي أَجْمَعَ، حَتّٰى يُصَلِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، فَأَجْلِسُ بِبَابِهِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ، أَقُولُ: لَعَلَّهَا أَنْ تَحْدُثَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَةٌ، فَمَا أَزَالُ أَسْمَعُهُ، يَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ»، حَتّٰى أَمَلَّ فَأَرْجِعَ، أَوْ تَغْلِبَنِي عَيْنِي فَأَرْقُدَ، قَالَ: فَقَالَ لِي يَوْمًا لِّمَا يَرٰى مِنْ خِفَّتِي لَهُ، وَخِدْمَتِي إِيَّاهُ: «سَلْنِي يَا رَبِيعَةُ، أُعْطِكَ»، قَالَ:

فَقُلْتُ : أَنْظُرُ فِي أَمْرِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ثُمَّ أُعْلِمُكَ ذٰلِكَ، قَالَ : فَفَكَّرْتُ فِي نَفْسِي، فَعَرَفْتُ أَنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ زَائِلَةٌ، وَأَنَّ لِي فِيهَا رِزْقًا سَيَكْفِينِي وَيَأْتِينِي، قَالَ : فَقُلْتُ : أَسْأَلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِآخِرَتِي، فَإِنَّهٗ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِالْمَنْزِلِ الَّذِي هُوَ بِهٖ، قَالَ : فَجِئْتُ، فَقَالَ : «مَا فَعَلْتَ يَا رَبِيعَةُ؟»، قَالَ : فَقُلْتُ : نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَسْأَلُكَ أَنْ تَشْفَعَ لِي إِلٰى رَبِّكَ، فَيُعْتِقَنِي مِنَ النَّارِ، قَالَ : فَقَالَ : «مَنْ أَمَرَكَ بِهٰذَا يَا رَبِيعَةُ؟»، قَالَ : فَقُلْتُ : لَا وَاللّٰهِ الَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أَمَرَنِي بِهٖ أَحَدٌ، وَلٰكِنَّكَ لَمَّا قُلْتَ : «سَلْنِي، أُعْطِكَ»، وَكُنْتَ مِنَ اللّٰهِ بِالْمَنْزِلِ الَّذِي أَنْتَ بِهٖ، نَظَرْتُ فِي أَمْرِي، وَعَرَفْتُ أَنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ وَّزَائِلَةٌ، وَأَنَّ لِي فِيهَا رِزْقًا سَيَأْتِينِي، فَقُلْتُ : أَسْأَلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِآخِرَتِي، قَالَ : فَصَمَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيلًا، ثُمَّ قَالَ لِي : «إِنِّي فَاعِلٌ، فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ».

''میں نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اور سارا دن آپ ﷺ کے کام کاج میں لگا رہتا۔ نبی کریم ﷺ عشا ادا فرما کر اپنے گھر تشریف لے جاتے، تو میں یہ سوچ کر آپ ﷺ کے دروازے پر بیٹھ جاتا کہ ہوسکتا ہے نبی کریم ﷺ کو کوئی کام پڑ جائے۔ میں نبی کریم ﷺ کو مسلسل سبحان اللہ اور سبحان اللہ وبحمدہ کا وظیفہ کرتے سنتا، یہاں تک کہ تھک کر واپس آ جاتا یا

نیند سے مغلوب ہو کر سو جاتا۔ ایک دن میری مشقت بھری خدمت دیکھ کر کہنے لگے، ربیعہ! کچھ مانگیے، میں دوں گا۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! سوچنے کی مہلت دیجئے۔ اب میں نے سوچا کہ دنیا کی زندگی فانی اور عارضی ہے، اس میں میرا جو رزق ہے وہ مل ہی جائے گا اور میرے لیے کافی ہو گا، لہٰذا میں آپ ﷺ سے آخرت کا سوال کروں گا، کیونکہ آپ ﷺ اللہ رب العزت کے ہاں بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ چنانچہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ربیعہ! کیا سوچا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! پروردگار سے سفارش کیجئے کہ وہ مجھے جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا فرما دے۔ فرمایا: آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟ عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! مجھے یہ بات کسی نے نہیں سمجھائی، بل کہ میں نے خود ہی اپنے معاملے میں غور کیا کہ آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مقام ہے اور آپ مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں تو کیوں نہ آپ ﷺ سے اخروی فوائد کا سوال کیا جائے، کہ دُنیا تو ختم ہونے والی اور عارضی ہے۔ اس میں میرے حصے کا رزق تو مجھے مل ہی جائے گا۔ ایک طویل خامشی کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: سفارش تو میں کر دیتا ہوں، البتہ کثرت سجود سے اس معاملے میں میری مدد آپ کریں گے۔“

(مسند الإمام أحمد : 59/4، وسندهٗ حسنٌ)

④ زیاد بن ابو زیاد رحمہ اللہ، نبی کریم ﷺ کے خادم یا خادمہ سے بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَقُولُ لِلْخَادِمِ : «أَلَكَ

حَاجَةٌ؟»، قَالَ : حَتّٰى كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، حَاجَتِي، قَالَ : «وَمَا حَاجَتُكَ؟»، قَالَ : حَاجَتِي أَنْ تَشْفَعَ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ : «وَمَنْ دَلَّكَ عَلٰى هٰذَا؟»، قَالَ : رَبِّي، قَالَ : «إِمَّا لَا، فَأَعِنِّي بِكَثْرَةِ السُّجُودِ».

''نبی کریم ﷺ خادمین سے اکثر پوچھا کرتے:کوئی حاجت ہو تو بتائیں؟ایک دن میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ایک کام ہے۔فرمایا: کیا ؟ عرض کیا: روز قیامت میری سفارش فرما دیجیے؟ فرمایا: یہ خیال کیسے آیا؟ عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دیا۔فرمایا: اگر یہی مطالبہ ہے تو کثرتِ سجود سے میری مدد کیجیے۔''

(مسند الإمام أحمد : 500/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ معدان بن ابوطلحہ یعمری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

لَقِيتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ : أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ أَعْمَلُهٗ يُدْخِلُنِي اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ؟ أَوْ قَالَ قُلْتُ : بِأَحَبِّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ، فَسَكَتَ، ثُمَّ سَأَلْتُهٗ، فَسَكَتَ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ : سَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : «عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ لِلّٰهِ، فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً، إِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةً، قَالَ مَعْدَانُ : ثُمَّ لَقِيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَسَأَلْتُهٗ، فَقَالَ لِي مِثْلَ مَا قَالَ لِي ثَوْبَانُ.

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا کوئی ایسا عمل بتایئے، جس کی بنیاد پر مجھے جنت میں داخلہ نصیب ہو؟ ثوبان رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ میں نے دوبارہ پوچھا، جواب ندارد۔ تیسری مرتبہ سوال کیا تو کہنے لگے: یہی بات میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: رضائے الٰہی کے لیے بہ کثرت سجدے کیا کریں، اللہ کے لئے ایک سجدہ کریں گے، تو اس کے عوض آپ کا ایک درجہ بڑھا دیا جائیگا اور ایک گناہ مٹا دیا جائے گا۔ معدان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعد میں سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، ان سے یہ سوال کیا تو انہوں نے وہی جواب دیا جو سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ (صحیح مسلم : 488)

③ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ :يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ، وَإِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ .

''اللہ فرماتے ہیں: اے اولاد آدم! میری عبادت لے لئے وقت نکال، میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا، تیری غربت ختم کر دوں گا، اگر ایسا نہیں کرے گا تو تجھے بے فائدہ کاموں میں مشغول کر دوں گا اور غریب بھی تجھ سے دور نہیں ہوگی۔''

(مسند أحمد :358/2، سنن الترمذی : 2466، سنن ابن ماجه : 4107، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''اما م ابن حبان رحمہ اللہ (393) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (443/2) نے ''صحیح الاسناد''

قرار دیا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

④ نوافل قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں ،سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهٗ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي، لَأُعْطِيَنَّهٗ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهٗ.

''(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:)میرا قرب حاصل کرنے کے لئے میرا بندہ نوافل کا اس قدر اہتمام کرتا ہے ،کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔جب میں اس سے محبت کرتا ہوں،تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ مجھ سے مانگے تو،اسے عطا کرتا ہوں اور اگر میری پناہ طلب کرے تو اُسے پناہ دیتا ہوں۔''(صحيح البخاري : 6502)

ایک وضاحت :

سلف صالحین نے اس حدیث کو حقیقت پر محمول کیا ہے، یعنی بغیر کسی تاویل کے جوں کی توں قبول کی ہے۔ البتہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کا اصل معنی ہے کیا؟

دو ہی باتیں ہوسکتی ہیں۔ یا یہ مراد لیا جائے کہ(معاذ اللہ) خود اللہ تعالیٰ ولی کے کان، آنکھیں، ہاتھ اور ٹانگیں بن جاتا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ

اللہ ولی اور ولی اللہ بن جاتا ہے۔ یا یہ مراد لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ولی کے کان، آنکھ، ہاتھ اور اس کی ٹانگ کو اس انداز میں درست کر دیتا ہے کہ اُس کا ادراک اور عمل اللہ ربّ العزت کی نصرت و تائید کے ساتھ اُس کی خوشنودی کا باعث بن جاتا ہے۔

بلاشبہ پہلا معنی درُست نہیں، اس حدیث کا حقیقی معنیٰ یہ ہے نہ سیاقِ کلام اس کا متقاضی ہے۔ اہل علم اس سے خوب واقف ہیں۔ یہ حدیث خود دو طرح سے اس معنی کا ردّ کرتی ہے۔ اوّل یہ کہ اللہ کا فرمان ہے: میرا قرب حاصل کرنے کے لئے میرا بندہ نوافل کا اس قدر اہتمام کرتا ہے، کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھ سے مانگے تو، اسے عطا کرتا ہوں اور اگر میری پناہ طلب کرے تو اُسے پناہ دیتا ہوں۔''

غور فرمائیں کہ اس حدیث میں میرے بندے کے الفاظ ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے بندے کو عابد اور خود کو معبود ثابت کیا ہے۔ قرب حاصل کرنے کی کیفیت ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک قرب چاہنے والا ہے اور دوسرا وہ ہے، جس سے قرب چاہا گیا۔ بندے کے سوال اور اپنی عطا کا تذکرہ فرما کر بیان کیا ہے کہ ولی سوالی اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔ پناہ کے سوال اور اجابت کے تذکرے کا مقصد یہ ہے کہ ولی پناہ کا طلب گار اور اللہ تعالیٰ پناہ دینے والا ہے۔ حدیث کا سیاق بتاتا ہے کہ ولی اور اللہ تعالی کی ذات ہر اعتبار سے جدا جدا ہے۔ ممکن ہی نہیں کہ ایک دوسرے کی کوئی صفت یا جزو بن جائے۔ لہٰذا ہرگز اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ (معاذ اللہ) خود اللہ تعالیٰ اپنے ولی کا کان، ہاتھ وغیرہ بن جاتا ہے یا اس میں داخل ہو جاتا ہے یا ولی ہی اللہ بن جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ ولی کے کان، آنکھ اور ٹانگ ساری چیزیں اوصاف یا اجزا ہیں۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ مخلوق کا وجود حادث ہے، یعنی ایک وقت ان کا وجود نہیں تھا

اور ایک وقت آنے پر وہ دوبارہ فنا ہو جائیں گی۔ممکن نہیں کہ کسی عقل مند کا ذہن یہ بات قبول کر سکے کہ وہ خالق، جو ازل سے ہے اور جس سے پہلے کچھ نہ تھا وہ کسی فانی مخلوق کا کان، آنکھ، ہاتھ اور ٹانگ بن جائے۔ نیز مخلوق کے اعضا فانی ہیں۔اُن میں تغیر و تبدل آتا رہتا ہے، ان میں نشوونما، بڑھوتری، شکست و ریخت اور نقصان کی کیفیات طاری ہوتی رہتی ہیں۔اگر حدیث کا معنیٰ یہ سمجھا جائے کہ (معاذ اللہ) خود اللہ تعالیٰ اپنے ولی کا کان، ہاتھ، آنکھ اور ٹانگ بن جاتا ہے تو ذاتِ باری تعالیٰ کو تغیر و تبدل کا محل ماننا لازم آئے گا جو کہ صریح کفر ہے۔اولیاء اللہ کو موت آتی ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے لیے موت ممکن ہے؟

کائنات کے سب سے بڑے ولی رسول اللہ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہو گئے ۔صحابہ کرام جن کی ولایت میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں، اُن کے اعضا مثلاً ہاتھ، بازو، ٹانگیں اور کان وغیرہ میدان کارزار میں کٹتے ہیں۔کوئی صاحب ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کٹ گیا، زخمی ہو گیا یا اسے کوئی بیماری لاحق ہوگئی؟ تو پھر یہ معنیٰ کیوں کر درست ہوا؟ اور اس معنیٰ کو حدیث کا حقیقی اور ظاہری معنیٰ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ ایسا قطعاً ممکن نہیں بلکہ یہ ایسی بات ہے جس کے تصور سے بھی نفوس سلیمہ نفرت کرتے ہیں، زبان اس بات کو فرضی طور پر بولنے سے بھی قاصر ہے۔

یہ معنیٰ غلط ہے تو دوسرا معنیٰ خود بخود درُست ثابت ہوگا کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں کے اعمال اس طرح درُست فرما دیتا ہے کہ ولی کے سب کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے خاص ہو جاتے ہیں اور مولی کریم کی مدد و نصرت شامل حال ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے تو ولی پیکر اخلاص

بن جاتا ہے۔اس کے ہرعمل میں رضائے الٰہی کی طلب جھلکتی ہے۔

سلف کی تفسیر وتشریح یہی ہے اور یہی قول حدیث کے ظاہری وحقیقی معنیٰ کے موافق ہے، سیاقِ کلام سے یہی معنیٰ متعین ہوتا ہے۔اس میں کوئی تاویل ہے نہ تحریف۔ وللّٰہ الحمد والمنّۃ!

علامہ انور شاہ کشمیری صاحب (م:1352ھ) کہتے ہیں:

وَهٰهُنَا بَحْثٌ لِّلصُّوْفِيَةِ فِي فَضْلِ الْقُرْبِ بِالنَّوَافِلِ، وَالْقُرْبِ بِالْفَرائِضِ، فَقَالُوْا : إِنَّ الْعَبْدَ فِي الْقُرْبِ الْأَوَّلِ يَصِيْرُ جَارِحَةَ جَلَّ مَجْدُهٗ، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ نَفْسُهٗ يَكُوْنُ جَارِحَةً لِّعَبْدِهٖ فِي الْقُرْبِ الثَّانِي قُلْتُ : أَمَّا كَوْنُ اللّٰهِ تَعَالٰى جَارِحَةً لِّلْعَبْدِ فِي الْقُرْبِ بِالنَّوَافِلَ، فَذٰلِكَ نَصُّ الْحَدِيثِ»

''صوفیاء نوافل اور فرائض کی بنا پر قربِ الٰہی کی فضیلت کے بارے میں ایک بحث کرتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ پہلے قرب (فرائض کی وجہ سے قرب) میں بندہ اللہ تعالیٰ کا عضو بن جاتا ہے اور دوسرے (نوافل کی وجہ سے قرب) میں خود اللہ بندے کا عضو بن جاتا ہے۔میں کہتا ہوں کہ نوافل کے ذریعے قرب کی صورت میں اللہ کا اپنے بندے کا عضو بن جانا تو نص حدیث سے ثابت ہے۔''

(فيض الباري شرح صحيح البخاري : 4/427، 428)

اس حدیث کی جو تشریح وتفسیر اہل سنت والجماعت نے کی ہے، اس کے بارے میں کشمیری صاحب کے تاثرات یہ ہیں:

وَهٰذَا عَدُوْلٌ عَنْ حَقِّ الْاَلْفَاظِ، وَفِي الْحَدِيْثِ لُمْعَةٌ إِلٰى وَحْدَةِ

الْوَجُوْدِ.

''یہ تفسیر الفاظ کی ماہیت سے ہٹ کر کی گئی ہے۔اس حدیث میں وحدت الوجود (خالق اور مخلوق کا وجود ایک ہونے) کی طرف اشارہ ہے۔''

(فيض الباري : 428/4)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ اہل علم نے اس حدیث سے کیا سمجھا ہے۔

① علامہ سلیمان بن عبد القوی بن عبد الکریم طوفی رحمہ اللہ (م :716ھ) کہتے ہیں:

وَالِاتِّحَادِيَّةُ زَعَمُوا أَنَّهُ عَلٰى حَقِيقَتِهٖ، وَأَنَّ الْحَقَّ عَيْنُ الْعَبْدِ، وَاحْتَجُّوا بِمَجِيءِ جِبْرِيلَ فِي صُورَةِ دِحْيَةَ، قَالُوا : فَهُوَ رُوحَانِيٌّ خَلَعَ صُورَتَهُ وَظَهَرَ بِمَظْهَرِ الْبَشَرِ، قَالُوا : فَاللّٰهُ أَقْدَرُ عَلٰى أَنْ يَّظْهَرَ فِي صُورَةِ الْوُجُودِ الْكُلِّيِّ أَوْ بَعْضِهٖ، تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا.

''وحدت الوجود کے قائلین نے سمجھ لیا ہے کہ یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہیں اور اللہ اپنے بندے کا عین ہے۔اس سلسلے میں انہوں نے جبریل علیہ السلام کے سیدنا دحیہ رضی اللہ عنہ کی صورت میں آنے سے دلیل لی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ جبریل علیہ السلام روحانی تھے لیکن انہوں نے اپنا روحانی لباس اُتارا اور بشریت کے لبادے میں ظاہر ہوئے۔پھر اللہ تعالیٰ تو زیادہ لائق ہے کہ بندے کے مکمل یا بعض وجود میں ظاہر ہو۔(میں کہتا ہوں کہ) اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی باتوں سے بہت بلند ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر :344/11)

② شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:852ھ) فرماتے ہیں:

وَحَمَلَهُ بَعْضُ أَهْلِ الزَّيْغِ عَلٰى مَا يَدَّعُونَهُ مِنْ أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَازَمَ الْعِبَادَةَ الظَّاهِرَةَ وَالْبَاطِنَةَ، حَتّٰى يُصَفّٰى مِنَ الْكُدُورَاتِ، أَنَّهُ يَصِيرُ فِي مَعْنَى الْحَقِّ، تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ، وَأَنَّهُ يَفْنٰى عَنْ نَّفْسِهِ جُمْلَةً، حَتّٰى يَشْهَدَ أَنَّ اللّٰهَ هُوَ الذَّاكِرُ لِنَفْسِهِ الْمُوَحِّدُ لِنَفْسِهِ الْمُحِبُّ لِنَفْسِهِ، وَعَلَى الْأَوْجُهِ كُلِّهَا؛ فَلَا مُتَمَسَّكَ فِيهِ لِلِاتِّحَادِيَّةِ، وَلَا الْقَائِلِينَ بِالْوَحْدَةِ الْمُطْلَقَةِ، لِقَوْلِهِ فِي بَقِيَّةِ الْحَدِيثِ: «وَلَئِنْ سَأَلَنِي، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي»، فَإِنَّهُ كَالصَّرِيحِ فِي الرَّدِّ عَلَيْهِمْ.

''بعض گمراہوں نے حدیث کو اپنے اس دعوے پر دلیل بنایا ہے کہ بندہ جب ظاہری اور باطنی عبادت کی پابندی کرتا ہے تو گناہوں سے صاف ہو کر (نعوذ باللہ) حق تعالیٰ کے معنی میں ہو جاتا ہے (اللہ اس بات سے بہت بلند ہے)۔ وہ اپنی ذات کو فنا کر دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ دعوی کرنے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنا ذکر کر رہا ہے، اپنی توحید بیان کر رہا ہے، اپنے آپ سے محبت کر رہا ہے، ان سب صورتوں میں وحدت الوجودیوں اور مطلق وحدت کے قائل لوگوں کے لیے اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ حدیث کے یہ الفاظ ''مجھ سے مانگے تو، اسے عطا کرتا ہوں اور اگر میری پناہ طلب کرے تو اُسے پناہ دیتا ہوں۔'' ان کے ردّ میں بہت واضح ہیں۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري: 345، 334/11)

③ **علامہ ابن رجب** رحمہ اللہ (م:795ھ) **فرماتے ہیں:**

فَمَتَى امْتَلَأَ الْقَلْبُ بِعَظَمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، مَحَا ذٰلِكَ مِنَ الْقَلْبِ كُلَّ مَا سِوَاهُ، وَلَمْ يَبْقَ لِلْعَبْدِ شَيْءٌ مِّنْ نَّفْسِهٖ وَهَوَاهُ، وَلَا إِرَادَةٌ إِلَّا لِمَا يُرِيدُهٗ مِنْهُ مَوْلَاهُ، فَحِينَئِذٍ لَّا يَنْطِقُ الْعَبْدُ إِلَّا بِذِكْرِهٖ، وَلَا يَتَحَرَّكُ إِلَّا بِأَمْرِهٖ، فَإِنْ نَّطَقَ؛ نَطَقَ بِاللّٰهِ، وَإِنْ سَمِعَ؛ سَمِعَ بِهٖ، وَإِنْ نَظَرَ؛ نَظَرَ بِهٖ، وَإِنْ بَطَشَ؛ بَطَشَ بِهٖ، فَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ: «كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا»، وَمَنْ أَشَارَ إِلٰى غَيْرِ هٰذَا؛ فَإِنَّمَا يُشِيرُ إِلَى الْإِلْحَادِ مِنَ الْحُلُولِ، أَوِ الِاتِّحَادِ، وَاللّٰهُ وَرَسُولُهٗ بَرِيئَانِ مِنْهُ.

”دل جب اللہ تعالیٰ کی عظمت سے لبریز ہو جاتا ہے تو اس سے ماسوا کی محبت ختم ہو جاتی ہے، چناں چہ بندے کی اپنی خواہش اور ارادہ باقی نہیں رہتا سوائے اِس کے جو اُس کا آقا چاہتا ہے۔ بندے کی زبان سے اسی کا ذکر جاری ہوتا ہے اور وہ اسی کے حکم سے حرکت کرتا ہے۔ بولے تو اس کی رضا کے مطابق، سنے تو اس کی رضا کے مطابق، دیکھے تو اس کی رضا کے مطابق اور اگر پکڑے تو اسی کی رضا کے مطابق پکڑتا ہے۔ یہی مراد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے: «كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي

بِهَا ''اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔''اس کے علاوہ کسی اور مطلب ومفہوم کی طرف اشارہ کرنے والا یقیناً حلول اور وحدت الوجود جیسی بے دینی اور الحاد کا علم بردار ہے۔اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ایسے شخص سے بری ہیں۔''

(جامع العلوم والحکم : 684)

④ علامہ خطابی رحمہ اللہ (م:388ھ)فرماتے ہیں:

هٰذِهِ أَمْثَالٌ، وَالْمَعْنٰى، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، تَوْفِيْقُهٗ فِي الْأَعْمَالِ الَّتِي بَاشَرَهَا بِهٰذِهِ الْأَعْضَاءِ، وَتَيْسَيْرُ الْمَحَبَّةِ لَهٗ فِيْهَا، بِأَنْ يَّحْفَظَ جَوَارِحَهٗ عَلَيْهِ وَيَعْصِمَهٗ مِنْ مُّوَافَقَةِ مَا يَكْرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْإِصْغَاءِ إِلَى اللَّهْوِ مَثَلًا، وَمِنَ النَّظَرِ إِلٰى مَا نَهٰى عَنْهُ، وَمِنَ الْبَطْشِ بِمَا لَا يَحِلُّ لَهٗ، وَمِنَ السَّعْيِ فِي الْبَاطِلِ بِرِجْلِهٖ .

''یہ تمثیلیں ہیں اور مراد یہ ہے کہ ان اعضا سے بندہ جو بھی اعمال کرتا ہے ان میں اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل ہو جاتی ہے اور ان اعمال کے ذریعے اس کی رضا کا حصول بندے کے لیے اس طرح آسان ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے بندے کے اعضا کی حفاظت کرتا ہے اور انہیں اللہ کی ناراضگی والے کاموں سے بچاتا ہے۔مثلا غلط باتوں کو سننا اور اللہ کی منع کردہ چیزوں کو دیکھنا، حرام چیزوں کو پکڑنا اور باطل کاموں کی طرف پاؤں کے ساتھ چلنا وغیرہ۔''

(عمدة القاري بشرح صحيح البخاري للعيني الحنفي : 577/15)

نفلی نماز کی اہمیت تو مسلم ہے، مذکورہ تفصیل سے واضح بھی ہو چکی، ویسے تو جس معاشرے کے پچانوے فیصد افراد بے نماز ہوں، وہاں نوافل کی بات کرنا عجیب لگتا ہے، لیکن پھر بھی ہم پرامید ہیں کہ خیر کے طالب ضرور اس سے مستفید ہوں گے۔

إن شاء الله!

يَا طَـــالِبَ الْخَيْرِ هَـــــلُمَّ وَيَا طَالِبَ الشَّرِّ أَمْسِـــكْ

اے نیکی کے طلب گار، نیکی کرتا رہ اے بدی کے طلب گار، رُک جا

خواندگان محترم کی خیر خواہی کے لئے ہم نے ''مسنون نفلی نمازیں'' جمع کر دی ہیں۔ بعض لوگوں نے بے شمار نفلی نمازیں گھڑ کر دین میں شامل کرنے کی جسارت کی ہے، جس پر ہم نے الگ سے ایک کتابچہ ترتیب دیا ہے، جس میں تقریباً دو درجن غیر مسنون نفلی نمازوں پر تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے جو کہ ہماری اسی کتاب کا تتمہ ہے۔ اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہماری یہ کوشش اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے۔ اسے حسن قبولیت سے نواز کر مسلمانوں کے لیے نافع اور مفید بنائے۔

حرّرہٗ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

مدیر ماہنامہ ''السنۃ''، جہلم

رئیس دارالتخصص والتحقیق پاکستان